باہمی دوستی اور اسلام

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگ زمانہ جاہلیت کے طرز کی محالفت (باہمی دوستی) کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم نے غیر مشروط حمایت کے دستور سے منع فرمایا ہے اور ارشاد ہے لَا حِلْفَ فِی الْاِسْلَامِ (یعنی اسلام میں غلط دوستیاں اور جتھہ بندی نہیں ہے۔) جاہلیت میں ہر حلیف دوسرے حلیف سے اس کی توقع رکھتا تھا کہ وہ اس کے معاہدہ اور رشتہ محالفت (باہمی دوستی) کا حق ادا کرے گا۔ اور اس کو پورا کریگا خواہ وہ بالکل ظالمانہ اور فاجرانہ ہو اور اس میں صریح اللہ اور رسول کی نافرمانی ہوتی ہو...... میں ڈراتا ہوں ہر اس شخص کو جو میرا یہ خطبہ سنے اور جس کو یہ خط پہنچے۔ اس بات سے کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی قلعہ کو اختیار کرے اور اللہ اور رسول اور مومنین کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا دوست بنائے ——— میں بڑے شدومد سے اور بار بار اس سے آگاہ اور متنبہ کرتا ہوں اور میں ان لوگوں پر اس ذات کو گواہ بنا رہا ہوں جس کی قدرت اور تصرف میں تمام جاندار ہیں اور ہر شخص کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی ——— سرداران قبائل کے نام

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ : مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَ مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ (بخاری و مسلم)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ عرش سے معلق ہے اور کہتا ہے جو مجھے جوڑے گا اللہ اس کو جوڑے گا اور جو مجھ کو کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا۔

رشتہ کی محافظت اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اسلامی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا رشتہ داروں کے ساتھ احسان و حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ مثلاً سورۂ نساء میں ہے کہ ــــ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرو والدین کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ ــــ بنی اسرائیل کے میثاق کا قرآن کریم میں جہاں جہاں ذکر ہے ــــ وہاں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تلقین ہے۔ سورۂ نساء کی بالکل ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ ہی "الارحام" یعنی عزیزوں، رشتہ داروں کے معاملہ میں احتیاط کی تلقین فرمائی ہے۔ سورۂ بقرہ کے تیسرے رکوع میں ہے کہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے (جو چاہیں) اور بہت سے لوگ گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں (جو قرآن کے معاملہ میں خلوص و دیانت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور اس سے انحراف و روگردانی کرتے ہیں) آگے فرمایا ضلالت و گمراہی کا وہ شکار ہوتے ہیں جو فاسق ہیں۔ اور فاسقوں کی جو نشانیاں ذکر کیں ان میں ایک یہ ہے وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ۔ یعنی جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اس کو وہ لوگ توڑتے ہیں۔

حدیث میں ہے ــــ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ کہ قطع رحمی کرنے والا داخل جنت نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو "رحم" نے درخواست کی کہ میں آپ کی پناہ میں آتی ہوں ــ قطع رحمی کرنے والے سے۔ اس پر حضرت حق نے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اسے جوڑوں، جو تجھے جوڑے اور میں بھی اس سے کٹ جاؤں جو تجھے کاٹے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو۔ اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اسے صلہ رحمی پر کاربند ہو جانا چاہیے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آتی ہے جو ابھی مشرکہ ہے تو کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا صِلِیْ اُمَّکِ کہ ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت

(باقی ہے)

جلد ۲۵ ☆ شمارہ ۲۴
۲۲ صفر ۱۴۰۰ھ ۱۱ جنوری ۱۹۸۰ء

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمن علوی

بدل اشتراک: سالانہ ۶۰/- روپے، ششماہی ۳۰/- روپے
سہ ماہی ۱۵/۰۰ روپے، فی پرچہ ۱/۵۰ روپے

موجودہ حالات

اور ——— ہماری ذمہ داریاں

غیور مسلمانوں کی سرزمین افغانستان انقلابات کی زد میں ہے۔ آئے دن کے انقلابات نے اس سرزمین اور اس کے باشندوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روس عملی طور پر کود چکا ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ وہ بہت دور تک جانے کا تہیہ کر چکا ہے۔ امریکہ کی ایران کے ساتھ پہلے سے ٹھنی ہوئی ہے، اس کے سفارت کار بہت دنوں سے قیدیوں کی سی زندگی گذار رہے ہیں، اس مصیبت سے اسے نجات نہیں ملی تھی کہ افغانستان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال نے اس کو اور پریشان کر دیا۔ اور اسی ضمن میں اس نے ۲۵ سالہ پرانا معاہدہ بحال کرنے اور پاکستان کو اسلحہ دینے کی پیشکش کر دی۔ اس پیشکش کے سلسلہ میں پاکستان نے امریکہ سے وضاحت طلب کر لی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ امریکہ کی وضاحت کے بعد حکومتِ پاکستان کا کیا ردِّ عمل ہو گا۔

بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ دنیا تیسری عالمی جنگ کے جہنم کا شکار ہونے والی ہے۔ فرانسیسی صدر نے بھی نئے سال کے پیغام میں اس خطرہ کا اظہار کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ جنگ کی شکل بن جاتی ہے تو اس کا تمامتر وبال مسلم دنیا پر پڑیگا بالخصوص ایشیائی مسلم ممالک سخت خطرات کا شکار ہیں۔

ان خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلم برادری چند باتوں کی طرف فوری طور پر توجہ دے۔

○ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک اپنے اپنے دوائر میں اپنے عوام کو اعتماد میں لیں۔ یہ ہمارا المیہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی حدیث کے مطابق آج صورت یہ ہے کہ

عوام اپنے بڑوں سے راضی نہیں اور بڑے عوام سے بیزار ہیں۔ حالانکہ اسلام، پیغمبر اسلام کی تعلیم کے مطابق سراسر نصیحت و خیرخواہی کا نام ہے۔

اس کی وضاحت فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیرخواہی اور پھر ائمہ و عوام کی خیرخواہی!

بدقسمتی یہ ہے کہ بڑے اپنے اسلاف کی روایات سے تہی دامن ہو چکے ہیں، اللہ کی دی ہوئی عزت کو اس کی مخلوق کی خدمت میں خرچ کرنے کا جذبہ سرد پڑ گیا ہے اور وہ صرف اپنی ہی دنیا بسانے کی فکر میں ہیں یہ صورت دیکھ کر عوام بھی مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ وہ تم سے ناخوش تم ان سے ناخوش!

اس تصور کو تبدیل کرنا از بس ضروری ہے پوری قوم کو اعتماد میں لے کر قدم نہ بڑھایا گیا تو خطرات امر واقعہ بن کر ہماری ہستی کو فنا کر کے رکھ دیں گے۔

○ دوسری بات جو از حد ضروری ہے وہ یہ کہ مسلم ممالک بڑی طاقتوں کی آمیزش سے الگ تھلگ ہو کر اپنی دنیا خود بسانے کی فکر کریں، اسلامی سیکرٹریٹ جیسے اداروں کو محض "مقدس روایت" کے طور پر باقی رکھنے کے بجائے انہیں متحرک اور فعال ادارہ بنائیں تاکہ کوئی بڑی طاقت ان کو شکار نہ کر سکے۔ آج بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے مختلف مسلم ممالک ادھر اُدھر بڑی طاقتوں کی دوستی کے چکر میں آپس میں الجھے ہوئے ہیں اور آپس کی کش مکش کا شکار ہو کر اپنی قوت برباد کر رہے ہیں۔

اس صورت حال کی تبدیلی از بس ضروری ہے مسلمانوں کے لیے قرآن کا حکم رحماء بینھم اور اذلۃ علی المومنین ہے۔ قرآن نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بتلایا اور باہمی انتشار اور جھگڑوں سے منع کیا اور اسے کافرانہ و مشرکانہ عمل قرار دیا۔

○ مسلم ممالک کے حکمرانوں اور اور عوام سبھی کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو برباد کرنے کے بجائے اچھے مقاصد کے لیے خرچ کریں۔

مسلم دنیا کو اللہ رب العزت نے جتنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان کی مثال باقی دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ لیکن ہم نے ان نعمتوں کو نئے نئے محلات، جدید کالونیوں، نئے نئے ماڈل کی کاروں سینما، ٹی وی اور اس قسم کے سامان تعیش میں کھپا دیا۔

اسلحہ سازی اور اس قسم کی بنیادی ضرورتوں کی طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم بندوق کی ایک گولی کے لیے غیروں کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تیل اور سونے کی کانیں اس لیے نہیں دیں کہ ہم یورپ و امریکہ کے بینکوں کو بھر دیں اور یورپ کے جزیرے خرید کر وہاں رنگ رلیاں منائیں۔

عقائد سے لے کر اعمال تک اور معاملات سے لے کر اخلاق تک ہم زندگی کے ہر شعبہ میں فساد و بگاڑ کا شکار ہیں۔ حب جاہ و مال ہماری گھٹی میں پڑ چکی ہے اور ہم بزدل بن کر رہ گئے ہیں

صدر اسلام کے مسلمانوں کی سادگی، کفایت شعاری اور انعامات خداوندی کو مرضی مولا کے مطابق مصرف میں لانے کی شکل میں ہی ہم آنے والے خطرات سے بچ سکتے ہیں۔

آخر میں اپنی حکومت سے درخواست ہے کہ وہ فی الفور ملک بھر کے ذمہ دار اور سنجیدہ رہنماؤں کو مشورہ کے لیے طلب کرے۔

امریکہ جیسی طاقت پر بھی اعتماد کرنا ہمارے خیال میں کسی طرح مناسب نہیں۔ مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جا سکتا۔ مختلف مواقع پر امریکہ نے جو بدسلوکی ہمارے ساتھ کی اس کی تلخی ہمارے ذہنوں میں موجود ہے۔ ممکنہ جنگ کی بھٹی میں جھونکنے کی خاطر آج امریکہ کو ۲۵ سالہ قدیم معاہدہ کو بحال کرنا یاد آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی اپنی ضرورت ہے ہماری نہیں ــــ بہرحال یہ بڑوں کا کام ہے کہ وہ سنجیدگی سے سوچیں اور ممکنہ مشکلات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ملّتِ اسلامیہ کی پریشانیوں کو دور فرما کر سکون و طمانیت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

علوی

جو بادہ کش تھے پرانے ۔۔۔۔

پچھلے ہفتہ خواجہ عبدالوحید صاحب کراچی میں انتقال فرما گئے۔ حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کے پرانے فیض یافتہ اور آپ کی متعدد دینی و علمی مہمات میں شریک خواجہ صاحب سے نئی نسل کے بہت کم لوگ واقف ہوں گے۔ لیکن جن حضرات کو حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی زندگی سے کچھ بھی خبر ہے انہیں معلوم ہوگا کہ آپ نے بہت عرصہ پہلے ایک انگریزی رسالہ کا اہتمام فرمایا تھا جو ایک عرصہ جاری رہا۔ اس کے ذریعہ جدید تعلیم یافتہ حضرات نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ یورپ سے اس ضمن میں جو سوالات علامہ اقبال مرحوم کے پاس آتے وہ انہیں جواب کی خاطر حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے پاس بھیج دیتے حضرت کے حکیمانہ اور کافی و شافی جواب جس خضر سیرت انسان کے ذریعہ طیارہ ہو کر عوام کی رہنمائی کے لیے سامنے آتے وہ مرحوم خواجہ عبدالوحید ہی تھے۔ یوں بھی خواجہ صاحب علامہ اقبال کے پڑوسی تھے اور حضرت لاہوریؒ اور علامہ کے درمیان رابطہ کا ذریعہ!

ادارہ اپنے سرپرست محترم مولانا عبیداللہ انور سمیت خواجہ صاحب مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے نیز ان کے پسماندگان و متعلقین کے صبر و اجر کے لیے دعا گو ہے۔

(ادارہ)

سعادت دارین کے حصول کے لیے سنہری موقعہ

سلطان الاولیاء شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا فیضان اور صاحب السیف حضرت مفتی بشیر احمد صاحب پسروریؒ کی یادگار مدرسہ عربیہ جامعہ حنفیہ پسرور کی جدید عمارت کے لیے جگہ حاصل کر لی گئی ہے۔ اب اس کے لیے بہترین نقشہ کی ضرورت ہے انجینئرز اور تعمیراتی تجربہ رکھنے والے حضرات توجہ فرمائیں اور اپنی فنی مہارت اور خدا داد صلاحیتوں کی بدولت اس تا ابد صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ حسب ہدایت تمام کوائف اور پلاٹ کے نقشہ سے فوراً اطلاع دی جائے گی۔ اور اس مقصد کی خاطر تشریف لانے والے حضرات کو کرایہ آمد و رفت بھی پیش کیا جائے گا۔

نوٹ: تجارتی تعمیراتی فرمیں بھی رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔

خادم العلماء رشید احمد قادری عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ حنفیہ پسرور

بادۂ شیراز در جامِ اردو

ساقی! بنورِ بادہ بر افروز جامِ ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما
ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذّتِ شربِ دوامِ ما
چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
کاید بجلوہ سروِ صنوبر خرامِ ما
مستی بچشمِ شاہدِ دلبندِ ما خوش است
زاں رو سپردہ اند بمستاں زمامِ ما
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
ترسم کہ صرفۂ نبرد روزِ باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما
بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو
اے مرغِ بخت کے شوی آخر تو رامِ ما
اے باد گر بہ گلشنِ احباب بگذری
ق زنہار عرضہ دہ بر جاناں پیامِ ما
ق گو نامِ ما ز یاد بعمداً چہ می بری
خود آید آنکہ یاد نیاری ز نامِ ما
حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

ساقی! شراب نور سے بھر میرے جام کو
مطرب! غزل سنا کے بنا میرے کام کو
پیالے میں ہم ہیں عکسِ رخِ یار دیکھتے
کیا جانیں لوگ، لذّتِ شربِ دوام کو
کب تک رہے گا قامتِ یاراں کا غلغلہ
آنے تو دیجئے، مرے سروِ خرام کو
مستی ہمارے دوست کی آنکھوں میں خوب ہے
مستوں کے ہاتھ رکھئے ہماری زمام کو
مرتا نہیں وہ دل کہ جو زندہ ہو عشق سے
کافی ہے یہ ثبوت حیاتِ دوام کو
روزِ حساب شیخ کا نانِ حلال بھی
جیتے گا کیا ہماری شرابِ حرام کو
ہم کیسے تجھ کو رام کریں گے اے مرغِ بخت!
کب آئے گا وہ سرو ہمارے سلام کو
بادِ صبا جو تیرا گذر ہو کبھی اُدھر
ق زنہار بھولنا نہ ہمارے پیام کو
ق کہنا کہ جان بوجھ کر مجھ کو بھلا نہ دے
اک دن تو بھول جائے گا خود میرے نام کو
اشکوں کے دانے آنکھوں سے حافظ گرائے جا
ممکن ہے مرغِ وصل ملے تیرے دام کو

پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظؒ آزاد شیرازی

خطبہ جمعہ

ترتیب : ادارہ

اسلام کی معاشی تعلیم

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین : اما بعد : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

قال اللہ تعالیٰ :۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔

یہ آیت اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے اس میں حکم دیا گیا ہے۔ اے لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال اور پاکیزہ ہیں انہیں بے شک کھاؤ، مگر کمانے کھانے اور برتنے میں شیطانی راستوں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

برادرانِ اسلام! ہم اگرچہ کسب اور حصول معاش کی راہ میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نمونہ پر چلیں تو شاید مشکل ہی سے کوئی مسلمان بیکار یا بے روزگار رہ سکتا ہے اسی بناء پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے ـــ اِنِّیْ لَاَکْرَہُ اَنْ اَرَی الرَّجُلَ فَارِغًا فِیْ عَمَلِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ یعنی میں پسند نہیں کرتا کہ کسی شخص کو دنیا یا آخرت کے کام سے بیکار دیکھوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ گداگری جو دوسرے مذاہب کے مذہبی فرائض میں داخل ہے۔ اسلام میں بالکل حرام ہے۔ مثلاً ہندو مذہب میں دان پُن کا سب سے زیادہ استحقاق اسی کو ہے جو مذہب سے زیادہ تعلق رکھتا ہو۔ جیسا کہ ہمارے پڑوسی ملک کے برہمن ہیں۔ اسی طرح بے شمار مذہبی پیشواؤں نے بیشمار غلط طریقوں سے دنیا جمع کرنے کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے اور وہ "کمائے کوئی اور کھائے کوئی" کے اصول پر چل رہے ہیں مگر جو لوگ ذرا بیوقوف اور احمق تھے، انہیں گداگری کو اپنا پیشہ بنانا پڑا اور رفتہ رفتہ یہ ان کا خاندانی پیشہ ہو گیا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ اگر دوسرے مذاہب میں یہ بات پائی جاتی تو اتنا تعجب نہ ہوتا لیکن اسلام میں گداگری کیوں آ گئی؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے بھیک کے لقمہ کو دوزخ کا لقمہ قرار دیا تھا پھر ہم کیوں گداگری کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتے۔ بخاری شریف میں ہے "تم میں سے جو کوئی شخص بھیک مانگتا ہے تو جب وہ خدا کے سامنے جائے گا۔ اس کے چہرہ پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی"۔

دوسری حدیث ہے :۔

الصدقۃ تمیت القلب۔ صدقہ آدمی کے فطری احساسات کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور تجربہ

شاہد ہے کہ صدقہ کھانے والے لوگ خودداری، عزت نفس، رحم وغیرہ کے جذبات سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے پیغمبر اسلام فرمایا کرتے تھے: "کسی مسلمان کا اپنی پیٹھ پر بوجھ لادنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی سے سوال کرے۔"

برادرانِ اسلام! ایک انصاری نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے پاس سوال پیش کیا۔ رسول اکرمؐ نے دریافت کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ پہنتا ہوں اور کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ انصاری ٹاٹ اور پیالہ لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں دونوں چیزیں لے کر نیلام کرنا شروع کیا۔ ایک صحابی نے ایک درم دام لگایا۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ دینے والا کوئی ہے؟ دوسرے صحابی نے دو درم دام لگائے۔ اس پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چیزیں ان کے حوالے کر دیں اور دو درم لے کر انصاری کو دیے اور ارشاد فرمایا۔ تم ایک درہم کا غلہ لے کر گھر والوں کو دے آؤ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر لاؤ۔ کلہاڑی آئی تو خود پیغمبر اسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اس کلہاڑی میں لکڑی ٹھونکی اور انصاری سے ارشاد فرمایا۔ جاؤ، اس سے جنگل میں جا کر لکڑی کاٹو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ پندرہ دن کے بعد تمہیں دیکھوں۔ یہ انصاری پندرہ دن تک لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے رہے اور ٹھیک پندرھویں دن حاضر خدمت ہوئے۔ حضورؐ نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے؟۔ عرض کیا۔ اس عرصہ میں مجھے دس درہم کی آمدنی ہوئی ہے۔ جس سے میں نے چند درہم کے کپڑے خرید لئے اور چند درہم کا اناج لیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ تم کسی سے بھیک مانگو اور قیامت کے دن ذلت اٹھاؤ۔

برادرانِ اسلام! کیا یہ ممکن نہ تھا کہ پیغمبر اسلام اپنے صحابہؓ کو ترغیب دے کر غریب انصاری کی ضرورت پوری کرا دیتے۔ بیشک یہ ممکن تھا، پھر آپ نے ایسا کیوں نہ کیا؟ صرف اس لیے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمان اپنے قدموں پہ کھڑے ہوں اور یہ مقصد سوال کرنے یا مانگنے سے پورا نہ ہو سکتا تھا۔ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے محنت کر کے ہی اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے تھے اور اس لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اپنے انصاری کو یہی راہ دکھائی۔

برادرانِ اسلام! آپ ایسا ہی ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ایک شخص یہ کہتے ہوئے مسجد میں داخل ہوا، کون ہے جو جہاد کرنے میں میری مدد کرے؟ حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمانے لگے "اس شخص کو اپنی زمین پر کام کرنے کے لیے کون آدمی مزدوری پر لیتا ہے؟ کسی ایک انصاری نے کہا۔ میں لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ماہوار تنخواہ دوگے؟ انصاری نے تنخواہ بتائی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم اس کو نوکر رکھ لو۔ یہ شخص ملازم ہو کر چلا گیا۔ چند مہینوں کے بعد حضرت عمرؓ نے انصاری سے پوچھا میرے رکھائے ہوئے نوکر نے کیا کیا؟ انصاری نے عرض کیا صالح ہے یا امیرالمومنین! اے امیرالمومنین! وہ بہت اچھا نکلا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اس

شخص کو اس کی جمع شدہ پونجی کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ مزدور حاضر ہوا تو درہموں سے بھری ایک تھیلی اس کے ساتھ تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا لو یہ تھیلی اپنے پاس رکھو، اب جی چاہے تو جہاد کرو اور جی چاہے تو گھر بیٹھو۔

عزیزانِ اسلام! آپ غور کیجئے۔ جب عربوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی مالی حالت کیا تھی؟ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "اہل عرب سوسمار کا گوشت، ٹڈے، گوبریلے اور بچھو کھاتے تھے اور جب بھوک سے بیتاب ہوتے تو اونٹ کی لید میں خون لوٹ کر کھاتے اور قریش کا بھی تقریباً یہی حال تھا۔" اسی طرح جب گورنر کسریٰ نے اہل عرب کی حالت پوچھی تو حضرت مغیرہؓ نے کہا "ہم عرب کے باشندے ہیں۔ ہم پر سخت تنگی گذرتی تھی اور آفتوں میں گرفتار تھے۔ بھوک میں چمڑا اور کھجور کی گٹھلیاں کھاتے تھے اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے۔" پھر قبول اسلام کے بعد انہی عربوں کی کیا حالت ہو گئی؟ زمین نے ان پر اپنے خزانے اُگل دیئے اور آسمان نے رحمت کی بارش برسا دی اور عرب سے چین تک ان کے تجارتی قافلے آنے جانے لگے۔ ان معاشی انقلاب میں یقیناً ان کی سیاسی فتوحات کو بھی دخل ہے۔ تاہم سچی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے معاشی اصولوں کی اطاعت کا پھل تھا۔ عرب سادہ کھاتے تھے سادہ پہنتے تھے، حلال کماتے تھے نہ اُن میں جھگڑے تھے، نہ فساد تھے، نہ نمائش تھی نہ تکلّف تھا انہوں نے جب سچے اصولوں پر کام کرنا شروع کیا تو خدا نے ان پر مہربانی کی اور ان کی تنگی فراخی سے بدل گئی۔

برادرانِ اسلام! پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو اپنی امت کی غریبی کا بڑا خیال تھا۔ آپؐ غریب عربوں کے لئے ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے "اے پروردگار! یہ ننگے پیر ہیں، انہیں سوار کر دے۔ اے پروردگار! یہ ننگے بدن ہیں۔ انہیں کپڑے پہنا، اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں انہیں پیٹ بھر کر کھانا عطا کر۔"

یہ دعائیں اس لیے تاکہ امت کا افلاس مٹ جائے۔

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم دوپہر کے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ کمل پوش ننگے پاؤں تلوار لٹکائے ہوئے ایک قوم آئی، اُن میں سے اکثر بلکہ کل کے کل لوگ مضر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے انہیں دیکھا تو چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا چہرہ مبارک کیوں بدل گیا۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ "جب آپؐ نے اُن کے فاقہ کی حالت کو دیکھا تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے" ان کی یہ حالت اتنی ناقابلِ برداشت ہوئی کہ پہلے آپؐ اندر زنانہ میں تشریف لے گئے اور اسی پریشانی کی حالت میں باہر نکلے۔ بظاہر معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے آپؐ ان کمل پوش، ننگے پاؤں والوں کی امداد فرما سکتے۔ اُسی وقت حضرت بلالؓ بلائے گئے اور اذان دینے کا حکم ہوا۔ نماز ہوئی باوجودیکہ جمعہ کا دن نہ تھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "اے لوگو! اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، اس کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو "بنی آدم اعضائے یک دیگر اند" کی طرف توجہ دلا کر

ہر شخص کو بے چین کر دیا۔ پھر اور آیتیں ارشاد فرمائیں اور آخر میں کہا "کل پینے کے لیے آج اگر کوئی دینا چاہے تو دے سکتا ہے" اس پر عطیوں کی بارش شروع ہو گئی، ڈھیر لگ گیا۔ اور وہی چہرۂ انور جو فاقہ کشوں کو دیکھ کر زرد اور غمگین ہو گیا تھا اب خوشی سے چمک اٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی اس امت کی فراخی اور فارغ البالی میں ہے۔

مسلمانو! کام کرو، محنت کرو، تجارت کرو، آسودہ حال ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو خوش کر دو۔

اے اللہ! مسلمانوں کو توفیق عمل عطا فرما۔ آمین!

بقیہ: احادیث الرسولؐ

ہے جس کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل کیا، اس روایت کا تعلق شاہ روم ہرقل سے ہے جبکہ اس کے پاس حضور علیہ السلام کا دعوت نامہ پہنچا تو اس نے اس علاقہ کے لوگوں کی تلاش کی، تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارتی قافلہ کے قائد کی حیثیت سے وہاں موجود تھے۔ (یاد رہے کہ اس وقت حضرت ابوسفیان مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اس لیے ہرقل نے ان سے دعوت نامہ بھیجنے والی ذات اقدس کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔ اس موقعہ پر اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو شرف و اعزاز سے نوازا۔ خسر نبیؐ ہونے کا شرف پہلے ہی تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے ان کے گھر کو "دارالامن" قرار دیا۔ بعد میں حنین کی جنگ کے موقع پر ایک ابتلاء کے سبب جب صحابہ کرامؓ کو پیچھے ہٹنا پڑا تو جو چند حضراتؓ جم کر رہے ان میں حضرت ابوسفیانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کی زندگی اور بعد میں اسلام کی بے پناہ خدمت کی اور جنگ میں اپنا ایک آنکھ سے بھی محروم ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خاندان کے دوسرے جلیل القدر مسلمانوں کے متعلق انتہائی بے احتیاطی کا مظاہرہ کرتا ہے جو اپنے آپ پر انتہائی ظلم ہے اور اس طرح ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے کہ یہ حضراتؓ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مقدس جماعت کے فرد ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان سے جب ہرقل نے تعلیم نبوی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کہا کہ وہ نبی تنہا ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ آباء و اجداد کی رسوم سے روکتے ہیں۔ نماز، سچائی، عفت و عصمت اور صلۂ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ الغرض قرآن و سنّت کے متعدد و بے پناہ ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

رشتہ داروں کی فہرست طویل ہے۔ والدین اور اولاد کے علاوہ رشتہ داروں کی متعدد اقسام ہیں۔ جن کے الگ الگ احکام ہیں جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں۔ ایک اصولی بات حدیثی نقطۂ نظر سے عرض کر کے سلسلہ کلام ختم کرتا ہوں آپؐ نے فرمایا۔ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام بجا نہیں لاتا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ مختصر ارشادِ نبویؐ حقوق و فرائض کے معاملہ میں تنہا بڑا جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن عمل کی توفیق بخشے! آمین!!

رابطہ دفتر ختم کر دیا گیا

ماہنامہ تذکرہ لاہور کا رابطہ دفتر ۵ بیگم روڈ مزنگ لاہور ختم کر دیا گیا ہے۔ کرمفرماؤں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ ماہنامہ تذکرہ لاہور سے متعلق جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر فرمائیں۔

منیجر ماہنامہ تذکرہ اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

زمینداری کا شرعی نظام

از افادات مولینا سید امین الحق فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد شیخوپورہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ——— اما بعد،،

ہمارے اس وسیع و عریض رقبہ ملک میں جب سے مسلمان آیا ہے تو اس کو غیر مسلموں کی کثیر التعداد مراسم اور غیر اسلامی شعور و نفسیات سے پالا پڑا ہے اور اس لمبے چوڑے ملک میں ایسے مسلمان بہت تھوڑے رہے ہیں جن کی انفرادی کوششوں میں انکی زندگی خالص اسلامی زندگی اور غیروں کے تاثرات سے محفوظ رہی ہے، خود مسلمان حکمرانوں میں بھی ایسے عجیب الباطن بادشاہ گذرے ہیں جنہوں نے غیر اسلامی ذہنیت کو مسلمانوں میں راسخ کرنا شبانہ روز کا مشغلہ رکھا تھا عہد اکبری کے واقعات سے اس کا پورا ثبوت ملتا ہے اور آج زمینداری کی مروجہ شکل غیر اسلامی رسم و رواج کی بقیہ مثال ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ نظام عالم میں زمینداری کا مسئلہ نہایت اہم اور ضروری مقام رکھتا ہے لیکن ہمارے ملک میں جس نقطۂ نگاہ سے زمینداری قائم کر دی گئی ہے اس سے ملک اور قوم کو کوئی خاص متوقع فائدہ نہیں پہنچا اور نہ کوئی خاص امید ہے بلکہ اس سے ملک کا ایک بڑا طبقہ زمینداروں کے رحم و کرم پر ہے اور نہایت پستی اور احتیاج کی زندگی پر مجبور کیا گیا ہے اور زمینداروں میں کبر و رعونت تعیش و بیکاری اخلاقی بدحالیوں کے سوا اس نے دوسرا کوئی احساس پیدا نہیں کیا، بعض ارباب قلم نے ان قبائح کی اصلاح کی طرف توجہ کی ہے جو رائج الوقت زمینداری سے پیدا ہوئی ہیں مگر ان میں بعض ایسے خود غرض اور ثروت پسند عناصر بھی ہیں جن پر صد درجہ شک اور شبہ ہوتا ہے، اور اسلام کے اصول و ضوابط کی پابندی کو اپنے لئے وہ عملی دنیا میں پسند نہیں کرتے اور اس میں شک نہیں کہ بعض ایسے فضلاء نے بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے جن سے مسلمانوں کو عقیدت ہے اور دیانت کی دنیا میں ان کی شہرت مسلم ہے مگر ان کی فاضلانہ تحریروں میں مسئلہ کا ایک پہلو روشن کر دیا گیا ہے اور دوسرے پہلو پر کچھ روشنی نہیں ڈالی گئی ہے اسلئے اس تحریر میں میں نے چاہا ہے کہ جو پہلو چھوڑ دیا گیا ہے اس کو اپنی بساط کے مطابق اختصار کے ساتھ زمینداری کے مسئلہ پر غور کرنے والوں کے سامنے عرض کر دوں تا کہ پوری جامعیت کے ساتھ اور مفصل سوچ بچار کی روشنی میں شرعی رائے قائم کی جا سکے،

اور زمینداری کے مسئلہ پر بحث کرنے والے حضرات نے مزارعت کی مشروعیت کے لئے دو باتوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے

(۱) خیبر کا معاملہ جو خود حضور کا معاملہ ہے مزوعیت کی مشروعیت کی دلیل سمجھی گئی ہے،

(۲) اور بعض توجیہات سے جو ابن عباس اور حنظلہ بن قیس کی روایت میں مذکور ہیں مشروعیت مزارعت کا خیال کیا جاتا ہے

اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ کتاب اور سنت کے بعد صحابہ کے آثار اور خیبر کے معاملہ کی حقیقت اور مسلک بالتفصیل عرض کر دیا جائے،،

دولت و ثروت کا نظریہ

قرآن مجید کسی کی ثروت اور سرمایہ داری کو ہمیشہ قائم رکھنے کی اس قدر خواہش نہیں رکھتا ہے، جس قدر غریبوں اور محتاجوں کی رفوت اعانت اور ان کو غنی بنانے کا ہمیں مطالبہ کرتا ہے قرآن شریف یہ نہیں چاہتا ہے کہ سرمایہ داروں اور محتاجوں کے دو الگ الگ طبقے قائم رہیں قرآن شریف سرمایہ داروں کے لئے غریبوں پر کچھ حقوق قائم نہیں رکھتا بلکہ دولتمندوں کی دولت میں محتاجوں کے معین اور غیر معین حقوق کو ثابت کرتا ہے، اور سرمایہ داروں کے الٹ پھیر میں مال و دولت کو ان کے لئے مخصوص جاگیر بنانا قرآن شریف ہرگز پسند نہیں کرتا قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے،

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم،،

ترجمہ، تا کہ نہ آئے لینے میں دولتمندوں کے تم میں سے، اللہ تعالیٰ غنیمت کے مال کے مصارف اس لئے تم کو بتلاتا ہے

کہ دولت و ثروت کسی کا سرمایہ بن کر نہ رہے اور سرمایہ دار اپنی دولت کو محض شہوات اور من مانی خواہشات میں خرچ نہ کریں بلکہ ان کی دولت اس لئے ہے کہ ان کی معاشی ضروریات کے علاوہ محتاجوں اور عام مسلمانوں کی خبرگیری اس میں ہوتی رہے اور ملت کی اجتماعی ضروریات اس سے انجام پائیں،

سورۃ قصص میں ارشاد ہوتا ہے،

(اور جو تجھکو اللہ نے دیا ہے اس سے کمالے پچھلا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے اللہ کے دیئے ہوئے مال کو آخرت کا توشہ بنالے دولت کے نشہ میں چور ہو کر غرور اور تکبر کی چال نہ چل اور تیرے مال میں تیرا حصہ ضرور ہے اور وہ اتنا ہے جس میں تیرا معاش قائم ہوتا ہے کھانے اور پینے وغیرہ کی لازمی ضرورت کے مطابق تو اپنا حصہ لے سکتا ہے اور اس سے زیادہ تیرے تصرف میں ضرور ہے مگر تیرے حق سے باہر ہے اسکو مسلمانوں کی ضروریات میں صرف کرنا اسی سے آخرت کا سرمایہ بنانا ہر سرمایہ دار کا فرض ہے اللہ نے تجھے دولت دے کر احسان کیا ہے اسی طرح تیرا فرض ہے کہ دوسروں کے ساتھ احسان کرے اور مناسب موقع پر اپنی دولت کو دوسروں میں تقسیم کرے"

قرآن شریف میں ملکیت زمین کی بنیادی اصل

اس میں شک نہیں کہ زمین قدرت کا عطیہ ہے اللہ جسکو چاہتا ہے اس کو زمین پر ملک و تصرف کا حق دیتا ہے،

ان الارض للّٰہ یورثہا من یشاء من عبادہ، (بیشک زمین اللہ کی ہے اس کا وارث کردے جس کو چاہے)

زمین کا مالک اللہ ہے جس کو وہ مناسب جانے اسکو زمین عطا فرمائے، تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ نے زمین میں بکثرت ایسی چیزیں مخلوق فرمائی ہیں جن سے ہر ایک انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کو ہر قسم کے استعمال میں لاتا ہے استدلال و اعتبار کے لحاظ سے بھی نفع اٹھاتا ہے اور اپنی معاشی زندگی میں بھی اسکو استعمال کرتا ہے، سورۃ اعراف، نازعات، البقرہ میں یہ آیات مذکور ہیں، کل زمین اور کل مافی الارض کل بنی نوع انسان کے انتفاع کے لئے ضرور ہے مگر کوئی انسان براہ راست اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کسی کو بالواسطہ اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور بعض زمین کا بعض افراد کے براہ راست انتفاع کے لئے مخصوص ہونا تمام بنی نوع انسان کے انتفاع کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث میں بعض افراد کے لئے بعض زمین کو انتفاع کے لئے مخصوص کر دینا اگر اس اختصاص کا موجب موجود ہے جسکو ہم ملک کہتے ہیں مذکور ہے کتاب اور سنت نے بعض حالات میں بعض زمین کو بعض افراد کے انتفاع کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اس اختصاص کا موجب جس کو ہم ملک کہتے ہیں زمین کی آبادکاری کا عامل ہے جس کسی نے زمین کا کوئی حصہ کار آمد بنالیا ہے اس کی محنت اور کارکردگی کے عوض میں حق تعالیٰ نے اس عامل کو اتنے حصہ زمین پر ملک کا حق عنایت فرمایا ہے اور اسی کو ید اور قبضہ کہا جاتا ہے

قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے،

اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو زمین میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف،، (سورۃ ہود)

اللہ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر زمین میں سے غذائیں پیدا کیں اور ان سے آدمی کی پیدائش کا مادہ بنتا ہے اور زمین کی آبادکاری کی ترکیبیں اور تدابیر اللہ نے انسان کو بتلائیں اور انسان کو اللہ نے زمین کا آبادکار گردانا جس نے کسی کو زمین کی آبادکاری سپرد کردی اور اسکو زمین کے کار آمد بنانے کا ذمہ دار گردانا تو عرب کہتے ہیں اعمرتہ الارض واستعمرتہ اذا جعلتہ عامرھا و فوضت الیہ عمارتھا،

میں نے اسکو زمین کے کار آمد بنانے کا ذمہ دار بنایا ہے قرآن کی اس آیت میں واستعمرکم فیھا کا لفظ ہے اور ابن کثیرؒ ابوبکر رازیؒ جصاصؒ اور سید آلوسیؒ نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ اللہ نے انسان کو زمین کے آباد کرنے کا امر کیا ہے کہ اس کو اپنی معاشی زندگی میں اسکی ضرورت ہے زمین کو انسان آباد کریں اور اس میں رہیں زمین کو آباد کریں اور اس سے اپنا معاش حاصل کریں اس آبادکار نے زمین کے جس قدر حصہ کو کار آمد بنالیا ہے تو اس پر اس کا ملک قائم ہوا اور اس کے فائدہ کے لئے وہ مخصوص ہوگئی اور دوسروں کے انتفاع کی اباحت ختم ہوگئی اور اس آبادکار کے حق میں اس زمین سے استفادہ کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور اسی کو ہم ملک کہتے ہیں

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا زمین خدا کی زمین ہے اور بندے بھی خدا کے بندے ہیں اور جس کسی نے مردہ زمین کو غیر آباد زمین کو آباد کر لیا تو وہی آباد کار اس زمین کا پہلا اور زیادہ حق رکھتا ہے (ابوداؤد شریف صفحہ ۸۲ ج ۲)

اور حضور نے فرمایا کہ جس نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا ہے کہ وہ کسی کے ملک میں نہ تھی تو وہ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے (بخاری شریف صفحہ ۳۱۴ ج ۱)

اور حضور نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کو آباد کر لیا تو وہ اس کے لئے ہے اور اس کے بعد اسکے ورثا کے لئے ہے،

احکام القرآن صفحہ ۲۰۳ ج ۳،

اور حضور نے فرمایا جو کوئی کسی غیر آباد زمین کو آباد کرلے تو وہ اس کی ہے اور کسی دوسرے کی زمین میں جبر سے کام کرنا اور آباد کرنا کسی کا حق نہیں ہے ابوداؤد صفحہ ۸۱ ج ۲

کتاب اور سنت کا ضابطہ یہ ہے کہ زمین کا مالک وہ شخص ہے جو اس پر لبتا ہے اور اس میں کام کرتا ہے اور اس کو آباد رکھتا ہے اور اس کی یہ محنت و عمل صرف اس لئے ہے کہ وہ اس سے اپنا معاش اور اپنی روزی حاصل کرتا رہے زمین سے معاش کا استفادہ اور زمین پر ملک کی بنیاد اور اصل یہ ہے کہ اس میں عمل کیا جائے اور اس کو آباد رکھا جائے اور اس عطیہ قدرت پر مالکانہ حقوق کی قدیم اور اصولی بنیاد یہی چیز ہے اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے پیغمبرانہ ارشادات میں صحیفہ کائنات کے الہی اصول کی تجدید فرمائی ہے،

ضروریات معاش اگر کسی کے پاس سے زائد زمین " اتنی بڑی زمین ہے کہ وہ اس کی ضروریات معاش سے بہت زیادہ ہے، تو کتاب اور سنت نے ایسے زمیندار کو اتنی وسیع زمین کے استفادہ کرنے سے روکا ہے، سورۃ نازعات میں **متاعا لکم ولانعامکم** اور سورۃ اعراف میں **وجعلنا لکم فیہا معایش** فرمایا گیا ہے، اس کا صریح معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زمین سے چشمے جاری کرنے اور سبزہ اگانے اور زمین کو رہنے سہنے کے قابل بنانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں تمہارا اور تمہارے چوپایوں کا کام چلے اور زندگی بسر کرنے کے لئے تمکو اس میں روزی اور معاش ملے، انسان کو صرف اتنا حق دیا گیا ہے جس قدر استفادہ کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور ضرورت سے زائد استفادہ کرنا عیش اور خرمستیوں کے لئے وسیع پیمانہ پر رقبہ زمین سے نفع اٹھانا دوسروں کے حق استفادہ کو غصب کرنا ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جسکے پاس اسکی ضرورت سے زیادہ زمین ہے اسکو مفت دوسروں کو کاشت کیلئے دیدے "،

ابوداؤد صفحہ ۱۲۶ ج ۲

اور حضور نے فرمایا کہ زمین میں یا تو خود کاشت کرو یا دوسروں کو کاشت کے لئے دیدو ورنہ اس زمین کو بغیر استفادہ کے روکے رکھو، بخاری شریف صفحہ ۳۱۲ ج ۱

یعنی جو زمین ضرورت سے زائد ہے اور اس میں خود کام نہیں کیا جاتا ہے تو ایسی زمین سے مالک زمین کو استفادہ کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ ایسی زمین سے ایسے لوگوں کو استفادہ کرنے کا حق ہے جو اس میں کام کرتے ہیں اور ان کو اس سے استفادہ کرنے کی معاشی ضرورت ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین سے دوسروں کا استفادہ کرنا پسند نہیں کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے ایسے زمیندار کو جو خود کام نہیں کرتا ایسی زمین کے استفادہ کرنے سے روک دیا ہے، جو اس کی معاشی ضرورت سے زیادہ ہے، چونکہ کتاب اور سنت میں زمین کی آبادکاری اور ضروریات معاش کا احتیاج زمین پر مالکانہ حق کی بنیاد اور اصل ہے اور جہاں یہ دونوں مفقود ہیں تو ملک کی دلیل میں شبہ ہوتا ہے اور شک پڑا کہ ایسا شخص جو خود زمین میں کام نہیں کرتا اور اس کو اس زمین کی معاشی ضرورت بھی نہیں ہے تو وہ اس زمین کا مالک کیونکر ہے اس لئے حضور نے اس کو مالکانہ استفادہ کرنے سے روک دیا کہ اسکے ملک میں شبہ ہے حضرت سیدنا مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رح فرماتے ہیں کہ منقولات کے مقابلہ پر زمین کا ملک کمزور ہے اسلئے کہ زمین کا ملک کو قائم کرنا اور قائم رکھنا معاشی ضرورت اور اپنے ہاتھ سے کام اور عمل کرنے پر موقوف ہے گویا قدرت نے زمین کو اس لئے بچھایا ہے کہ یا تو اس میں اس کا مالک خود کاشت کرے یا دوسروں کو کاشت کے لئے عطیہ کرے، فیض الباری

اسلامی معاشرت
سلسلہ

کھانے کے آداب ۴

مولانا محمد یوسف صاحب
جامعہ اشرفیہ لاہور

جن لوگوں کی دعوت ہو اور ان میں سے اکثر آجائیں تو ایک دو کے انتظار میں دوسروں کو بیتاب نہ کیجئے البتہ اگر حاضرین بھی ایسے شخص کا انتظار پسند کرتے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے،

(۲) اگر باقاعدہ دعوت نہ ہو تو بلاتکلف جو بھی حاضر ہو پیش کیجئے
اگر آپ کسی خاص مہمان کے لئے تکلف کرتے ہیں تو بجا ہے، لیکن عمومی کے لئے پہلے دن تو خوب آؤ بھگت ہو گی پھر وہی میزبان اس مہمان کو وبال جان تصور کریگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی تکلف نہ کریں،

(۳) اور مہمان سے بھی پوچھ لیجئے کہ آپکا پسندیدہ کھانا کیا ہے اور مہمان بھی اگر مناسب سمجھے اور بلاتکلف میزبان کو قابل استطاعت سمجھتا ہے تو اپنی آرزو کا اظہار کرے کوئی مضائقہ نہیں ہے،

(۴) البتہ اگر عمومی دعوت ہے جیسے ولیمہ وغیرہ تو پھر میزبان نہ پوچھے اور نہ ہی مہمان اپنی پسند کا اظہار کرے بلکہ جو پسند ہو اسکو کھا لیجئے باقی کو چھوڑ دیجئے،

(۵) کھانا اس طریقے سے پیش کیجئے کہ تمام مہمان اس سے لطف اندوز ہوں، عمومی دعوت میں کسی کے سامنے کوئی خاص کھانا پیش کرنا باہمی رنجش کا سامان پیدا کر دیتا ہے،

(۶) کھانا اس طریقے سے پیش کیجئے کہ مہمان کے دل میں سرور پیدا ہو اور اس کھانے کی رغبت دل کے گوشوں سے ابھرے اور موزوں طریقے سے رکھے

(۷) اگر مختلف قسم کے کھانے پکوائے ہوں تو پہلے لذیذ کھانے لا کر رکھ دیجئے پھر معمولی معمولی لا کر رکھ دیجئے ورنہ پہلے معمولی سے پیٹ بھر کر پھر لذیذ کو دیکھ کر اپنے پیٹ کو غیر کا پیٹ سمجھیں گے اور بعد میں تکلیف اٹھائیں گے (اور کھانا بھی آپکا زیادہ استعمال ہو گا)

(۸) آپ میزبان ہیں تو کھانے کے دوران سب سے آخر میں کھانا چھوڑ دیجئے تاکہ مہمان خالی پیٹ (بد دعائیں دیتے ہوئے) نہ اٹھیں،

(۹) اگر مستورات کو کھانا علیحدہ کھلانا ہو تو پہلے مستورات کو فارغ کر دیجئے پھر مردانہ میں کھلائیے،

نوٹ: کھانے کے "درمیان" اور "کھانے کے بعد" ان آداب کا خیال رکھئے جو اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے بیان میں گذر چکے ہیں اور "دعوت کھانے کے بعد" کھانا کھانے کے بعد کے آداب یاد رکھئے

دعوت سے واپسی کا بیان

اگر آپ مہمان ہیں تو رخصت ہوتے وقت خوشی اور تشکر کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیجئے تاکہ میزبان مطمئن ہو جاوے،

(۲) میزبان سے کوئی خطا یا کوتاہی سرزد ہونے پر دل میں رنجش نہ رکھئے انسان خطا کا پتلا ہے اور نہ ہی اس کوتاہی پر میزبان کو مطلع کیجئے

(۳) واپسی پر خوش گفتاری اور خوش اخلاقی سے کام لیجئے تاکہ میزبان یہ نہ سمجھے کہ مہمان ناراض اور رنجیدہ خاطر گیا ہے

(۴) جانے سے پہلے میزبان سے ضرور بالضرور اجازت لیجئے اور دعوت کے سلیقہ اور کھانوں کی لذت و نفاست کی خوب اچھے پیرایہ سے تعریف کیجئے،

(۵) اگر آپ میزبان ہیں تو مہمان کو کشادہ جبین اور تشکرانہ لہجے سے رخصت کیجئے تاکہ مہمان یہ نہ سمجھے کہ یہ مہمانی اس پر بوجھ ثابت ہوئی ہے بلکہ الٹا مہمانوں کی شرکت کو غنیمت سمجھئے

(۶) مہمانوں کو دروازہ تک چھوڑ آئیے اس سے مہمانوں کی عزت افزائی ہوتی ہے

(رواہ ابن ماجہ)

پینے کا بیان

جس طرح کھانے کے بارے میں آداب ذکر کئے ہیں اسی طرح پینے کے بارے میں بھی چند ایک آداب ہیں،

(۱) پانی کا برتن سیدھے ہاتھ میں لے کر پیجئے اور سیدھے ہو کر بیٹھئے سہارا لگا کر یا لیٹ کر کسی شی کو نہ پیجئے،

(۲) بلا عذر پانی کھڑے ہو کر نہ پیجئے اول تو خلاف سنت ہے دوم یہ کہ مضر صحت بھی ہے،

(۳) صرف تین پانی کھڑے ہو کر پینا افضل

اور مسنون ہیں (۱) آب زمزم (۲) ماقبقی من الوضور (وہ پانی جو وضو کرنے کے بعد برتن میں بچ جائے) (۳) آب سبیل، کمافی طب نبوی

(۴) پانی پینے سے پہلے اسکو دیکھ لیجئے ممکن ہے کوئی تنکا وغیرہ پڑا ہو جو حلق میں اٹک جائے اور تکلیف پہنچائے

(۵) اگر کوئی تنکا وغیرہ چائے یا پانی میں دیکھے تو پھونک کر نہ پیجئے یہ کاہلی کی علامت ہے بلکہ اسکو نکال دیجئے،،

(۶) ایک دم پانی نہ پیجئے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر تین سانس میں پیجئے حدیث شریف میں آیا ہے

اشربوا مثنیٰ او ثلاث، پانی پیو دو دفعہ میں یا تین دفعہ میں (رواہ الترمذی، ریاحین العابدین ج ا صـ ۳۶۴)

(۷) پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھیے اور ہر گھونٹ لینے کے بعد الحمد للہ، کہیئے،

(۸) غٹ غٹ کر کے پانی نہ پیجئے بلکہ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا پیجئے کیونکہ جب پانی بتدریج معدہ میں جاتا ہے تو فم معدہ پر دباؤ نہیں پڑتا

(۹) یک دم ٹھنڈا پانی نہ پیجئے یہ مضر صحت ہے

(۱۰) ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیجئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور خدا کی دی ہوئی بڑی نعمت ہے،

(۱۱) بغیر پیاس کے خواہ مخواہ زیادہ پانی نہ پیجئے اس سے اپھارہ ہو جاتا ہے

(۱۲) گرم گرم چیز کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی نہ پیجئے کیونکہ ایسی چیزوں سے گلے ENLAR GED (TONSILS (TONSILTIS) پڑ جاتے ہیں اور دانتوں میں پائیوریا ہو جاتا ہے،

(۱۳) ان چیزوں کے کھانے کے بعد پانی نہ پیجئے کھیرا، ککڑی، دقر، خربوزہ، تربوز، امرود، ناشپاتی، جلاب، دودھ، چائے، نسوار اور اگر پیاس بہت ستائے تو تھوڑا تھوڑا پی لیجئے،

(۱۴) اسی طرح چکنی اور روغن والی چیزوں کے بعد خشک نوالہ یا ایسی کوئی چیز کھائے بغیر پانی نہ پیجئے،،

گرمیوں میں جب باہر سے آئیں یا کھیل کود کر جبکہ سانس چڑھا ہو تو جلدی سے پانی نہ پیجئے بعض دفعہ موت واقع ہو جاتی ہے

(۱۶) سردیوں میں ٹھنڈا پانی نہ پیجئے یہ مضر صحت ہے کیونکہ اس سے جگر بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور معدہ کو ٹھنڈ پہنچاتا ہے،

(۱۷) اگر ہاتھ چکنے ہوں اور گلاس کے چکنے ہونے کی فکر ہو تو بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی گلاس کے نیچے رکھ کر پیجئے،،

(۱۸) حمام، کارپوریشن نلکے، ہینڈ پمپ وغیرہ کی ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی نہ پیجئے مبادا کوئی زہریلا جانور پیٹ میں چلا جائے

(۱۹) مشک (جسے شکاری استعمال کرتے ہیں) یا بوتل کوزہ وغیرہ کو منہ لگا کر نہ پیجئے (رواہ البخاری) کیونکہ آخر میں الٹا کر پینا پڑے گا تو نیچے بیٹھی ہوئی ریت وغیرہ یا اور کسی چیز کا پیٹ میں جانے کا خطرہ ہے اور اچانک یکدم زیادہ پانی حلق میں جانے سے موت واقع ہو سکتی ہے نیز حدیث میں ممانعت آئی ہے (ریاحین العابدین جلد اول صـ ۳۸۵، متفق علیہ)

اسلئے بوتل وغیرہ میں نلکی لگا کر پیجئے،

(۲۰) چوپایوں کی طرح برتن میں منہ ڈال کر نہ پیجئے، اس سے درد جگر کا عارضہ پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ جائز ہے لہذا اگر برتن بڑا ہو یا نہر تالاب وغیرہ ہو تو چلوؤں میں پانی لیکر پیجئے،،

(۲۱) گلاس یا پیالہ کا کنارہ جس طرف سے ٹوٹا ہوا ہو اس طرف سے پانی نہ پیجئے اول تو اس جگہ سے منہ کو زخم پہنچنے کا اندیشہ ہے دوم یہ کہ پیتے وقت شربت پانی چائے وغیرہ گر کر کپڑے خراب ہونگے (مرقاۃ)

سوم اس جگہ میں کچیل جمع ہوگی جو پیٹ میں جانے کا خطرہ ہے کہ یہ مکروہ ہے

(رواہ ابوداؤد)

(۲۲) اگر پانی، سالن، شربت، چائے وغیرہ میں اتفاقاً مکھی گر جائے تو اسکو ایک دفعہ اسمیں غوطہ دیکر پھینک دیجئے (اسکے بعد دل چاہے تو کھائیے ورنہ رہنے دیجئے) اسلئے کہ مکھی کے دائیں بازو میں شفا اور بائیں بازو میں بیماری ہوتی ہے (رواہ البخاری) اور مکھی زہریلے بازو کو پہلے ڈالتی ہے (رواہ شرح السنۃ) تو دوسرے بازو کے ڈالنے سے اسکا تدارک ہو جاتا ہے (رواہ ابوداؤد)

(۲۳) پانی پیتے وقت گلاس منہ کے ساتھ لگا کر سانس نہ لیجئے کہ یہ مضر صحت ہے اور حدیث میں ممانعت آئی ہے

(رواہ البخاری و مسلم)

(۲۴) اگر شربت یا چائے بوتل وغیرہ پلانی ہے تو دائیں طرف سے پلانا شروع کیجئے

باقی بر صـ ۱۸

اسلام اور جدید میڈیکل سائنس

ڈاکٹر زاہد الحق فریدی

سجدہ

(۱) دماغ کو خون کی بہت ضرورت رہتی ہے کیونکہ یہ رئیس الاعضاء ہے مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس تک زیادہ خون پہنچنا مشکل ہوتا ہے بالخصوص اس وقت جبکہ دماغ کی شریانیں تنگ ہو چکی ہوں، سجدہ دماغ میں خون پہنچانے کا بڑا موزوں ذریعہ ہے جبکہ رکوع میں بھی خون زیادہ آسانی سے دماغ تک پہنچتا ہے

(۲) بچہ دانی پیچھے گرنے کا مرض

RETROVERSION OF UTERUS

سجدہ کے وقت عورتیں گھٹنوں کو چھاتی سے لگاتی ہیں یہ اس مرض کا بہترین علاج ہے دنیا کے تمام ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اس تکلیف دہ مرض کا اس سے زیادہ مناسب ترین کوئی علاج نہیں،

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اسلامی عبادات ایک تو آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں دوسرے وہ جسمانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ روحانی اور معاشرتی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہیں،

میں نے مختصر طور پر اسلام کی شعبۂ زندگی سے متعلق ایک اہم حصہ "صحت" کی چند معروضات پیش کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کلی طور پر قرآن مجید کی وہ آیات مقدسہ جن کا تعلق صحت سے ہے اور احادیث نبوی جو کہ صحت سے متعلق ہیں انہیں جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم اور جامع مکمل کتاب بعنوان صحت پر تیار ہو سکتی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جن آیات مبارکہ، احادیث اور عبارات کا صحت سے کوئی خاص تعلق بظاہر نظر نہیں آتا لیکن وہ صحت کے سنہری اصول ہیں، پہلے لوگوں نے کبھی اس بات کو نہیں سوچا کہ اسلام کا یہ حکم ہمارے لئے نقصان دہ ہے، یا کہ مفید، انہوں نے اسلام کا حکم سنتے ہی عمل شروع کر دیا، یہی وجہ ہے کہ اگر آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلیگا کہ جب تک مسلمانوں نے حضور اقدس کی تعلیمات پر عمل کیا اسلامی ممالک میں کبھی کوئی بیماری وبائی صورت میں نہیں پھیلی کیونکہ اسلام کی تعلیمات بیماریوں سے بچاؤ کے علاوہ علاج کا مکمل ضابطہ حیات ہیں،

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک حکیم صاحب مدینہ میں تشریف لائے مقصد تھا بیماروں کا علاج معالجہ کرنا لیکن کئی سال تک کوئی مریض نہ آیا تو بڑے حیران ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر کے لوگ کس سے علاج کراتے ہیں؟ جواب ملا کہ اس شہر کے لوگ بیمار ہی نہیں ہوتے کیونکہ وہ حضور کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں،،

اس جدید ترقی یافتہ دور کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی چند وجوہات ہیں، پہلی وجہ تو جدید سائنس سے زیادہ متاثر ہونا ہے اور اسکا مفصل ذکر اوپر آچکا ہے،

دوسری بڑی وجہ یقین کی عدم موجودگی ہے بلکہ یقین تو کیا ہمیں شک بھی نہیں کہ جنت دوزخ بھی ہو سکتی ہے یا مرنے کے بعد ہم نے زندہ ہو کر اس تمام زندگی کا حساب دینا ہے اسکے ثبوت میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں، اگر ریڈیو اور ٹیلیویژن سے اعلان ہو کہ صدر پاکستان کا حکم ہے کہ کل صبح چھ بجے سے شام چھ بجے تک کرفیو لگا دیا گیا ہے،، اب یہ حکم کسی بھی شخص نے براہ راست صدر پاکستان کے منہ سے نہیں سنا ہو گا لیکن سبھی کرفیو کے اہتمام میں لگ جائیگا کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی بات جھوٹی ہو سکتی ہے کرفیو کا اعلان تو ایک دن کا ہو گا لیکن انسان کئی دن کا راشن اپنے گھر میں جمع کریگا اس کے برعکس دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ صادق انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قیامت آنے والی ہے موت کے بعد بھی ایک زندگی شروع ہو گی برے اعمال کرنے والے جہنم میں جائینگے جبکہ اچھے اعمال والے جنت میں میں عیش کرینگے اگر ہمیں اس بات کا یقین ہوتا تو کیا ہم برے اعمال کی طرف توجہ بھی کر سکتے تھے؟ کیا جنت حاصل کرنے کے لئے ہم اچھے اعمال نہ کرتے؟ لیکن ہم نے کبھی اسکی پرواہ نہ کی، جبکہ صحابہ کرام کا یہ حال تھا جب قیامت کے متعلق آیات اتریں کہ "پہاڑ روئی کے گالوں

کی طرح اڑنے لگیں گے آسمان لپیٹ دیا جائیگا
اور سب لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ دیا جائے
گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس دن
صحابہ کرام میں کہرام مچ گیا، مدینہ منورہ میں
اس رات سے بڑھ کر آہ و فغاں کرنے والے
نہیں دیکھے گئے بات دراصل یہ ہے کہ صحابہ
کرام کو رسول اکرم کی ہر بات پر یقین تھا جبکہ
ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیونکہ ہمیں
شک بھی نہیں ہے کہ یہ بات سچی ہو سکتی ہے
بلکہ اکثر یہ کہتے ہیں کہ آگے جائیں گے تو دیکھا
جائیگا اس بات سے اور ہمارے اعمال سے
صاف ظاہر ہے کہ ہمیں بالکل یقین نہیں
ہے.....

سکائی لیب کی تازہ مثال ہمارے سامنے
ہے کیونکہ سائنسدانوں نے اسکی پیش گوئی
کی تھی اس لئے بسیط وعرض کے اربوں
انسان مضطرب و پریشان ہو گئے جبکہ کسی
انسان کی ہلاکت کا امکان بہت کم تھا ہر
انسان حواس باختہ اور پریشان، خطروں
سے بچنے کی انسدادی تدابیر کا فکر مند تھا
جتنا بھی ایمان اور عقیدے کا سرمایہ کم تھا
اتنا ہی وہ پریشان و ہراساں تھا، اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے کہ قیامت برحق ہے موت برحق
ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا کیا ہم نے
کبھی اس کے بارے میں سوچا ہے ؟؟
اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں اللہ
تعالیٰ کی بات پر یقین ہے، یا کہ ریڈیو اور
ٹیلیویژن اور سائنسدانوں کی بات پر یقین
ہے ؟ ؟ ؟.....

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی تیسری
بڑی وجہ ذہنی غلامی ہے ہم نے ظاہری طور پر
مغرب سے آزادی حاصل کر لی ہے لیکن ذہنی
طور پر ابھی تک اس کی برتری تسلیم کرتے ہیں
انسانی فطرت کا یہ اصول ہے کہ جس سے متاثر
ہو اسکا طرز زندگی اپنانے میں فخر محسوس
کرتا ہے، آپ دنیا کے لحاظ سے کسی اونچی
سے محفل میں چلے جائیے اگر آپ سوٹ بوٹ
میں ملبوس ہیں اور انگلش میں گفتگو کرنے
کے عادی ہیں تو سب آپکی عزت کرینگے
اور آپکو کوئی بڑا آفیسر یا خاندانی آدمی
خیال کرینگے، لیکن اگر آپ سادہ کپڑوں میں
میں ملبوس ہیں اور قومی زبان اردو میں
گفتگو کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں تو مذہبی
بالاجملہ خصوصیات کے حامل شخص کی آپ
کے مقابلہ میں زیادہ عزت کی جائیگی ۔
خواہ وہ کسی ہوٹل کا بیرا اور آپ بڑے
آفیسر ہی کیوں نہ ہوں،

اس قسم کے افراد اپنے دفاع میں یہ دلیل
اکثر پیش کرتے ہیں کہ لباس سے کوئی فرق
نہیں پڑتا، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ سب
سے بڑا فرق لباس، طرز زندگی، اور شکل و
صورت سے پڑتا ہے۔ مثلاً اگر دور سے
ایک شخص فوجی وردی میں ملبوس آرہا ہو
اور آپ سے پوچھا جائے کہ کون آرہا ہے
آپ بیساختہ کہیں گے کہ کوئی فوجی لگتا ہے
اگر کوئی کہے کہ یہ فوجی نہیں ٹریفک پولیس
کا سپاہی ہے تو آپ اس کا مضحکہ اڑائیں
گے کہ تیرا دماغ خراب ہوا ہے، اس نے
وردی تو فوجیوں کی پہن رکھی ہے ٹریفک
پولیس کا سپاہی کس طرح ہو سکتا ہے؟
اب غور فرمائیے کہ آپ نے اس سے ملاقات
نہیں کی اس سے نہیں پوچھا کہ تو فوجی ہے
کہ نہیں، اسکے فوجی ہونے کا اندازہ آپ نے
اسکے لباس اور شکل وصورت کو دیکھ کر
لگایا تھا اسی طرح اگر ایک داڑھی والے
کو دیکھیں لمبا کرتہ شلوار زیب تن کئے
ہو سر پر ٹوپی، یا عمامہ اور کندھے پر رومال
آپ دیکھتے ہی کہینگے آیئے مولانا صاحب
اب چاہے وہ شخص مولوی نہ ہو لیکن
اسکے طرز عمل اور لباس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ یہ مولوی صاحب ہونگے لیکن یہ لباس
اور شکل وصورت مولوی صاحب کے لئے
مخصوص نہیں ہے، یہ ایک مسلمان کی
شخصیت ہے میں نے خود اس لباس اور
شکل وصورت کے جج، وکلا، ڈاکٹر اور
بڑے بڑے آفیسر دیکھے ہیں کیا وہ سب
مولوی ہیں، ہرگز نہیں وہ سب مسلمان
ضرور ہیں،،

اگر ایک شخص کوٹ پینٹ میں ملبوس ہو
ٹائی بھی اس نے لگا رکھی ہو تو یعنی مکمل یہود
ونصاریٰ کا لباس اس کے جسم پر ہو
ساتھ داڑھی ندارد اور مونچھیں خوب لمبی
ہوں تو ذرا سوچئے کہ ہم اسے کس منہ سے
کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمان جارہا ہے ؟؟
ٹائی عیسائیوں کے عقیدے میں شامل ہے
جو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سولی سے
تشبیہ دیتے ہیں، لیکن مسلمان کے پاس
اسے پہننے کا کیا جواز ہے ؟ ؟ ؟ یہ میں نہیں
کہتا بلکہ خود حضور اقدس کا ارشاد گرامی ہے
من تشبہ بقوم فھو منھم"
مشکوٰۃ ص۳۷۵ ، ترجمہ جو شخص کسی قوم
کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا
ہر قوم آخر وقت تک اپنے طرز زندگی کو

نہیں بھولتی، سکھ کو دور سے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ہندو کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے یہود و نصاریٰ کو دیکھ کر دوسروں سے فرق کیا جا سکتا ہے لیکن مسلمانوں میں کبھی تمیز نہیں کی جا سکتی، کیا ان کے پاس ان کا کوئی خاص طرز زندگی نہیں ہے نہیں یہ بات نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی اصل مسلمان کی طرز زندگی کو اپناتا ہے تو اسکا مذاق اڑایا جاتا ہے اسے ذلیل کیا جاتا ہے جب مسلمان کے دل میں مسلمان کے طرز زندگی کی کوئی قدر نہیں تو دوسری اقوام کیسے مسلمان قوم سے متاثر ہو سکتی ہیں،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمان قوم ہمیشہ سے ایسی ہی تھی اور کیا یورپ ہمیشہ سے مسلمان قوم پر چھایا رہا ہے؟ ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیئے تاریخ کا مطالعہ فرمائیں لیکن مختصر طور پر میں یہاں عرض کرتا ہوں، مسلمانوں کے ایک مخصوص طبقہ ”علماء حق“ نے ہمیشہ سنت رسول کو اپنایا اسے زندہ رکھا وہی اس لباس اور شکل و صورت کو آج تک قائم و دائم رکھے ہوئے ہیں،،

بقیہ : کھانے کے آداب

اور پلانے والا آخر میں پیئے

۲۵) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا دونوں حرام ہیں حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے، (متفق علیہ)

۲۶) دودھ پیتے وقت یہ دعا پڑھے،

اللھم بارك لنا فیه وزدنا منه

یا اللہ اس میں برکت عطا فرما اور اس سے زیادہ دے، (ترمذی ابوداؤد)

۲۷) اگر ایک آدمی کچھ پی رہا ہو تو اسکو مت ہنسائیے ورنہ اچھو ہو کر موت تک نوبت پہنچ جاتی ہے،

۲۸) کھانے پینے کی چیزوں کو کسی کے پاس لے جاتے وقت ڈھانک کر لیجائیے لیکن ہاتھ سے نہ ڈھانکیئے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے،

قوموں کا عروج و زوال

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

طہارت و پاکیزگی کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری خطیب واہگہ لاہور

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں کہ وہ نماز یا تلاوت قرآن مجید اور طواف کعبہ جیسی عبادتوں کے لئے لازمی شرط ہے بلکہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک شعبہ ہے اور بذات خود بھی مطلوب ہے قرآن مجید کی آیت

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے،

اور قبا کی بستی میں رہنے والے اہل ایمان کی تعریف میں قرآن پاک کا ارشاد ہے، فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین ط

ترجمہ اس میں ہمارے ایسے بندے ہیں جو بڑے پاکیزگی پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک صاف رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، صرف ان ہی دو آیتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی بجائے خود کتنی اہمیت رکھتی ہے اسی طرح آگے پہلے ہی نمبر پر مسلم شریف کی جو حدیث شریف نقل کی جا رہی ہے اس کے پہلے فقرے الطہور شطر الایمان کا لفظی ترجمہ یہی ہے کہ طہارت پاکیزگی اسلام کا صرف حکم ہی نہیں بلکہ وہ دین و ایمان کا اہم جزء ہے اور ایک دوسری روایت میں اس کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے،

ہمارے استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی ایک نفیس تحقیق یہاں قابل ذکر ہے اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھا دی کہ فلاح و سعادت کی جس شاہراہ کی طرف دعوت دینے کے لئے انبیاء کرام کی بعثت ہوئی جس کا نام (شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں ہزاروں احکام ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب ان چار اصولی عنوانوں کے تحت آجاتے ہیں، طہارت، اخبات، سماحت، عدالت، پھر شاہ صاحبؒ نے ان میں ہر جز کی حقیقت بیان کی ہے جس کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ بلا شبہ ساری شریعت ان ہی چار حصوں میں منقسم ہے،

یہاں شاہ صاحب کے کلام کے اس حصہ کا خلاصہ درج کرتے ہیں جس میں انہوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے اسکو پیشاب و پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے یا وہ جماع وغیرہ سے فارغ ہوا ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس میں ایک خاص ظلمت کی کیفیت محسوس کرتا ہے پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے یعنی اچھی طرح استنجا و طہارت کر لیتا ہے، یا اگر وہ جماع سے فارغ ہوا ہے اور اچھے صاف کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگاتا ہے تو نفس کا انقباض اور تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اسکے بجائے وہ اپنی طبیعت میں ایک انشراح و انبساط اور سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے پس دراصل پہلی کیفیت کا نام حدث و ناپاکی ہے اور دوسری کا نام طہارت ہے پاکی و پاکیزگی ہے اور انسانوں میں جن کی فطرت سلیم اور جن کا وجدان صحیح ہے وہ ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس میں فرق محسوس کرتا ہے اور نفس انسانی کی یہ کیفیت طہارت کی حالت ملأ اعلیٰ یعنی ملائکۃ اللہ کی حالت سے بہت مشابہت و مناسبت رکھتی ہے کیونکہ وہ دائمی طور پر بہیمی آلودگیوں سے پاک و صاف اور نورانی کیفیت سے شاداں و فرحاں رہتے ہیں اس لئے حسب امکان طہارت اور

پاکیزگی کا اہتمام دوام انسانی روح کو ملکوتی
کمالات حاصل کرنے اور الہامات و مناجات
کے ذریعہ ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل
بنا دیا جاتا ہے اور اس کے برعکس جب آدمی
حدث اور ناپاکی کی حالت میں ڈوبا رہتا ہے
تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت
حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی
قبولیت کی ایک خاص استعداد و صلاحیت
اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اسکی روح
کو ظلمت گھیر لیتی ہے"

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے
معلوم ہوا کہ طہارت و حدوث دراصل
انسانی روح اور طبیعت کی مذکورہ بالا دو حالتوں
کا نام ہے اور ہم جن چیزوں کو حدث ناپاکی
کہتے ہیں یا طہارت و پاکیزگی کہتے ہیں، وہ اصل
ان کے اسباب و موجبات ہیں اور شریعت
ان ہی اسباب پر احکام جاری کرتی ہے
اور ان ہی سے بحث کرتی ہے۔ امید ہے
طہارت کی حقیقت اور روح انسانی کے لئے
اس کی ضرورت و اہمیت سمجھنے کیلئے شاہ
صاحب کا یہ کلام انشاء کافی ہوگا۔ نیز اسی
سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طہارت پاکیزگی شریعت
کا چوتھائی حصہ ہے طہارت کی تین قسمیں
ہیں ایک حدث سے طہارت یعنی جن حالتوں
میں غسل یا وضو واجب یا مستحب ہے ان
حالتوں میں غسل یا وضو کر کے شرعی طہارت
و پاکیزگی حاصل کرنا دوسرے ظاہری نجاست
اور پلیدی سے جسم یا اپنے کپڑے یا جگہ کو پاک
کرنا، تیسرے جسم کے مختلف حصوں میں جو
گندگیاں ہیں اور میل کچیل ہیں ان کی صفائی
کرنا جیسے دانتوں کی، نتھنوں کی، ناخن اور
زیر ناف بالوں کی صفائی، یہ یہاں بیان ختم ہے
اب ایک حدیث شریف سنئے۔ رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت پاکیزگی
جزو ایمان ہے، کلمہ الحمد للہ، میزان اعمال
کو بھر دیتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ
کہنا بھر دیتے ہیں آسمان اور زمین کو،
نماز نور ہے، صدقہ دلیل و برہان ہے
اور صبر اجالا ہے، اور قرآن یا تمہارے
حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے، ہر
آدمی صبح کو اپنی جان کا سودا کرتا ہے
یا تو پھر اسے آزاد کر لیتا ہے یا پھر اس کو
ہلاک کر دیتا ہے، (مسلم)

عذاب قبر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر صحابہ
سے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے
ایک کو تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی
وجہ سے اور دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ
سے۔ (بخاری و مسلم)

وضو کے فضائل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس شخص نے سنت کے مطابق وضو کیا
تو اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے،
یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل
جائیں گے، (مسلم شریف)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ چہرہ دھوتے
وقت، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، جب ان کو
وضو میں دھویا جاتا ہے تو جو گناہ اس
سے ہوئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں
ایک حدیث شریف میں ہے جو اچھی طرح
وضو کرے پھر اشهد ان لا اله الا
الله وان محمدا عبده ورسوله
پڑھے تو اسکے لئے آٹھوں دروازے جنت
کے کھل جاتے ہیں جس سے مرضی آئے داخل
ہو جائے، (مسلم شریف)

قیامت میں روشن اعضاء

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے
کہ وضو کے اعضاء قیامت کے دن روشن
ہونگے پس تم میں جو اپنی روشنی و نورانیت
بڑھا سکے اور مکمل کر سکے ایسا ضرور کرے،
ایک ارشاد میں فرمایا، ناگواری کے وقت مثلاً
سردی میں یا بیماری میں وضو کرنے سے سب
گناہ دھل جاتے ہیں درجے بلند ہوتے ہیں

کامل مومن

حضور علیہ السلام نے فرمایا
وضو کی محافظت و نگہداشت
بس بندہ مومن ہی کرتا ہے،
ایک ارشاد میں فرمایا وضو ہوتے ہوئے بھی
وضو کرنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں،

غسل جنابت کی فضیلت

حضرت انس سے روایت
ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا
اے انس مبالغہ کر غسل میں جنابت سے پس
تو بے شک نہانے کی جگہ سے ایسا نکلے گا کہ
کوئی گناہ یا خطا تجھ پر نہ رہے گی
بہشتی زیور حصہ ۱ ۳۱

دلیل العارفین صفحہ پر حضرت خواجہ اجمیریؒ
کا ملفوظ نقل ہے جو انہوں نے حضرت خواجہ
ہارونؒ سے نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت آدم
علیہ السلام بہشت سے باہر دنیا میں آئے تو
حضرت حوا کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا تو
جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا اٹھو اور
غسل کرو جب غسل کیا تو بہت خوش ہوئے
اور پوچھا اے بھائی جبرائیل مجھے اس غسل

کرنے پر کچھ اجر و ثواب ملا، جواب ملا ہاں جتنے آپ کے بدن کے بال ہیں، ان کے برابر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب ہے اور جتنے قطرے پانی کے آپ کے بدن سے گرے ہیں انکی تعداد کے برابر فرشتے پیدا کئے گئے ہیں جو وہ فرشتے قیامت تک عبادت کرینگے اسکا ثواب آپکو ملیگا، پوچھا اے بھائی جبرائیل یہ ثواب میرے لئے ہے یا میرے فرزندوں کے لئے بھی ہے ارشاد فرمایا آپ کا جو فرزند مومن حلال غسل کریگا اسکو یہ اجر ملیگا، یہ ارشاد فرما کر حضرت روئے اور فرمایا یہ فضیلت اسکے لئے ہے جو حلال غسل کرے گا اور جو حرام کریگا اسی طرح ہر قطرے سے ایک شیطان پیدا ہوگا پھر وہ شیطان جتنے گناہ کرینگے وہ گناہ اسکو بھی ملیں گے

مسواک سنت انبیاء اور تقاضائے فطرت

حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چار چیزیں سارے پیغمبروں کی سنت ہیں، (۱) حیاء کرنا (۲) خوشبو لگانا، (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا، ترمذی شریف

فطرت میں سے ہیں

حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ دس چیزیں فطرت کے امور میں سے ہیں (۱) مونچھوں کا ترشوانا (۲) داڑھی کا چھوڑنا، (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی لیکر صفائی کرنا، (۵) ناخن ترشوانا (۶) انگلیوں کے جوڑوں کو (جن میں اکثر میل رہ جاتا ہے) دھونا (۷) بغل کے بال لینا (۸) زیر ناف بالوں کی صفائی کرنا (۹) اور پانی سے استنجا کرنا (۱۰) راوی کہتا ہے کہ شاید کلی کرنا ہے

مسئلہ، ہر ہفتے میں ایک مرتبہ زیر ناف بال، بغلوں کے بال، ناخن وغیرہ دور کرے اور نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے، اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ جمعہ سے پہلے فارغ ہو جائے پھر نماز کو جائے، ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرہواں دن سہی انتہا درجہ چالیس دن ہے اس کے بعد رخصت نہیں ہے اگر چالیس دن گذر گئے اور ان کاموں سے صفائی حاصل نہ کی تو گنہگار ہوگا، فتاوی ہندیہ ص۲۳۸ ج۴

مسئلہ۲، جنابت حالت میں بال یا ناخن دور کرنا مکروہ ہے

مسئلہ۳، کٹے ہوئے بال یا ناخن کہیں دفن کر دے یا اچھی صاف جگہ پر ڈال دے گندی جگہ پر ڈالنا اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے، ردالمختار ص۳۹۹

مجھے اسلام کے معاشرتی نظام نے متاثر کیا!

عربی سے ترجمہ

چیکوسلواکیہ کی نومسلم خاتون کا انٹرویو۔

سوال: کیا آپ اپنا نیا اور پرانا نام اور عمر بتائیں گی

ج: اب میرا نام فاطمہ زہرا تسکن ہے اور مونیکا میرا مسیحی نام تھا میں چیکوسلواکیہ میں ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئی

س: آپ نے اسلام قبول کیوں کیا

ج: غیر مسلم ممالک کے افراد کو اگر یہ سوال در پیش ہو کہ محمد فلسفی تھے یا آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور جواب میں ان کے دل دوسری طرف مطمئن ہو جائیں تو درحقیقت یہ ان پر اللہ کی رحمت کی کھلی نشانی ہے طویل تلاش کے بعد خواہ یہ فطرۃً ہو یا ارادۃً، فرد اس نتیجہ تک پہنچتا ہے اور حقیقت تک.. پہنچنے کا جو راستہ اختیار کرتا ہے وہ بذات خود حقیقت ہے ساتھ ہی ساتھ وہ اس راستہ پر مبارک سفر شروع کر دیتا ہے جو اللہ نے اپنے تک پہنچنے کیلئے مقرر فرمایا ہے،

اس راستہ کا آغاز جس کے ذریعہ اللہ نے مجھے اسلام تک پہنچایا ہے اس دین کے معاملات کی طرف میری توجہ مبذول ہونے سے پہلے ہی ہو چکا تھا،

عرصہ پہلے جب میں فلسفیانہ رجحانات اور مختلف مذہبوں پر غور کر کے اپنی استطاعت کے مطابق معلومات جمع کیا کرتی تھی تو اس کا سبب لازماً کسی ایسی چیز کا احساس تھا جس کو میں بیان نہیں کر سکتی لیکن وہ فطری طور پر جانتی تھی کہ یہ میرے باطن میں موجود ہے اور میں کبھی نہ کبھی اس کو پالونگی مختلف مذاہب کے مطالعہ اور کئی غیر ممالک کے سفر کے بعد میں مشرقی تہذیب کی صحیح قدر و قیمت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر چکی تھی یہاں جرمنی میں مسلمانوں سے میرے تعلقات نے مجھے اس دین پر غور کرنے کے لئے آمادہ کیا میرا ابتدائی تاثر بہر حال زیادہ اچھا نہیں تھا کیونکہ میرے جاننے والے مسلمانوں میں زیادہ تر وہ تھے جو محض موروثی طور پر اسلام سے منسوب تھے یا جو اسلام کی بگڑی ہوئی شکل کو جانتے تھے جو مشرق میں رواج پا گئی ہے اس کے باوجود میں ان کے بلند اخلاق سے متاثر ہوئی

جب میں اسلام کی روحانی دنیا میں قرآن، اسلامی کتب اور استاد عمر کے ساتھ بحث مباحثہ کے ذریعے داخل ہوئی تو مجھے پتہ چلا کہ اسلام کی تعلیمات اور مشرقی رسوم میں کتنا عظیم فرق ہے

میں نے قرآن میں پڑھا کہ، اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، فوراً ہی مجھے احساس ہوا کہ جیسے اسلام مجھے اپنی طرف مائل کر رہا ہے اور اس کی تعلیمات میرے عقل اور میری فطرت کو مخاطب کر رہی ہیں میرے لئے سب سے زیادہ پرکشش پہلو اس کا مثالی معاشرتی نظام تھا جو انسانوں کے طبقات کو مساوی قرار دیتا ہے اس کے علاوہ وہ آسانی اور رخصت جس کی کوئی حد نہیں تمام دنیوی اور روحانی معاملات میں انتہائی آزادی، اس دنیوی زندگی کا بغیر کسی مبالغہ کے اہتمام طلب علم کے لئے محنت جسے ہر مسلم مرد اور عورت کے لئے فرض کیا گیا، پھر عورت کا بلند مرتبہ اور آخر میں (جو اگرچہ آخری چیز نہیں) ہر انسان اور خدا کے درمیان بلا واسطہ تعلق ان سب چیزوں نے مجھے بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیا

شاہراہ ایمان پر گامزن ہونے کے سے میں نے کتاب اللہ کا مطالعہ کیا اور اس کے دوران میرا نقطہ نگاہ اسلامی تھا کیونکہ اب مجھ پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ اسلام ہی وہ واحد راستہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے انسانوں کی رہنمائی کی ہے اور اسلام ہی حق ہے،

س: آپ کس تاریخ کو اسلام لائیں؟

ج: رسمی طور پر میں ۱۲ر اپریل ۱۹۶۳ء میں مسلمان ہوئی

س: آپ کے خاندان، دوستوں، اور حلقہ تعارف میں آپ کے قبول اسلام پر کیا رد عمل ہوا!

ج، یہ رد عمل مختلف نوعیتوں کا تھا، اور اس نے مجھے اس بات کے جاننے کا بہترین

موقع فراہم کیا کہ ان لوگوں کو اپنے تنگ نظرانہ خیالات کے مقابلہ میں میری زیادہ فکر ہے میری والدہ نے تو آنکھوں میں آنسو لا کر کہا میری سعادت اور رضا، اس چیز کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں میری دادی نے اسلام کے تھوڑے ہی مطالعہ کے بعد اعلان کر دیا کہ یہ ایک عمدہ دین ہے جس کا اس سے پہلے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، میری ایک سہیلی نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے اس نے فوراً مجھ سے قطع تعلق کر لیا،

اس طرح مجھے مختلف احساسات کا سامنا کرنا پڑا جن میں میری پوزیشن کو مخلصانہ طور پر سمجھنے کی کوشش سے لیکر واضح دشمنی تک شامل تھی اور کچھ لوگوں نے بے نیازی اور استہزا کا رویہ بھی اختیار کر لیا

س ۔ آپ کے خیال میں اسلامی تعلیمات کی توضیح اور تبلیغ کا بہترین طریقہ کیا ہے

ج ۔ مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سامنے فی الحال زیادہ امکانات موجود نہیں ہیں آسان طریقہ جو کوئی مبلغ یا مسلمان طالب علم اختیار کر سکتا ہے وہ یہ کہ وہ عمدہ مثال پیش کرے ، پاکیزہ مظاہرہ مہذب ، معتدل پذیر اخلاق اور دینی فرائض کو بجا لانے میں استقلال دیکھنے والے غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو ایک مثبت شکل میں پیش کرتا ہے ، لیکن صورت یہ ہے کہ جب کوئی غیر مسلم شائق اسلام کی گہرائیوں میں جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے راستہ زیادہ کشادہ نہیں ہے ، یعنی عالم اسلام میں اسلامی تربیت کی کمی ہے اس لئے ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی اسلامی جماعت سے رابطہ قائم کرے اور اہل علم سے استفادہ کر کے اپنی علمی صلاحیت میں اضافہ کرے اس کے بعد وہ غیر مسلموں کی رہنمائی کا کام انجام دے سکتا ہے

اسلامی ممالک کا اتحاد اسلام کی تیز رفتار نشر و اشاعت کے لئے بہترین بنیاد ہے یا کم از کم ایسے ملک کی مدد جس کی حکومت خالص اسلامی ہو مجھے یقین ہے کہ غیر مسلم ممالک اگر متحدہ عالم اسلام کی ہیبت ناک قوت کا نظارہ کر لیں تو ان کا مخالفانہ پروپیگنڈہ فوراً ختم ہو جائیگا اور پھر اس وقت وہ سیاسی اغراض کے تحت اس متحدہ اسلامی قوت کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرینگے

مالی مدد کے ذریعے مسجدوں اور ثقافتی مرکزوں کا قیام ممکن ہو سکتا ہے اسی طرح قرآن اور قیمتی اسلامی تالیفات کے تراجم کو پھیلانے کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر ترجمے اور اسلام کے بارے میں کتب اسلام دشمن رجحانات کے تحت لکھی گئی ہیں اسلام کی توضیح و تفسیر کی ضرورت صرف غیر مسلم ممالک میں نہیں خود مسلمانوں میں بھی ہے اسلام کی اصل روح ذہنوں میں موجود ہونا چاہئے تاکہ اس بنیاد پر مسلمانوں کی فکر نیا رخ اختیار کر کے کامیابی کے راستے پر آگے بڑھ سکے

اس وقت دنیا میں اسلام کے لئے بہت اچھا موقع میسر ہے کیونکہ وہ ایک عالمی دین بننے کی ساری خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے اور اس دور کے انسان کے تمام روحانی اور مادی تقاضے پورے کر سکتا ہے ،،

س ۔ مسلمانوں کے موجودہ حالات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ،،

ج ۔ میں نے سابقہ جوابات میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ۔ مسلمانوں کی افسوسناک حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے تہذیب و تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس حال کو کیسے پہنچے مسلمان جو غیر اسلامی رسومات اور اسلامی تعلیمات کے درمیان پھنسے ہوئے تھے ان کو اچانک مغربی دنیا کے اثرات کا سامنا کرنا پڑا اس کا لازمی نتیجہ انتشار و اضطراب تھا ، لیکن خدا کا شکر ہے کہ مسلم قوم کا عقیدہ محفوظ ہے اگرچہ وہ قیادت کو گم کر چکی ہے ، لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ حکومتیں قصداً ہر مغربی چیز کی اندھی تقلید کر کے اپنی قوموں کو اُوہی عقیدہ کی طرف لانے اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی کوشش کی بجائے مادی عقیدہ کی طرف لیجانے کی کوشش کر رہی ہیں اس لئے ہر قوم کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کا ساتھ دے جو اس تغیر کے شر سے آگاہ ہو چکے ہیں اور جدید صحیح افکار اور اسلامی قواعد کے درمیان مناسب رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ، وہ چاہتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک کو اللہ کی بتائی ہوئی اساس پر متحد کر دیں ،

س ۔ اس زندگی میں آپ کی تمنا اور مقصد کیا ہے ،

ج ۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ جلد یا بدیر کسی اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر کے اپنی معلومات کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت میں حصہ لوں اس کے علاوہ میری خواہش ہے کہ مشرقی

عورتوں کو ان کے اعلیٰ حقوق کا اقرار کرا کے دنیا کی دوسری عورتوں کے مقابلہ میں ان کو ممتاز کرا دوں، چند سال بعد میں کسی ذہین اور مسلمان نوجوان سے شادی کر کے اسلامی خاندان میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں، ذاتی طور پر میرا مقصد رموز و اسرار قرآن کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش ہے،

س۔ آپ کے خیال میں یورپی مسلمانوں کو کس چیز کی ضرورت ہے؟

ج۔ یورپ میں مسلمان اخلاقی اور مادی مدد کے محتاج ہیں، اخلاقی مدد اس لئے کہ ان میں کمزوری بہ آسانی جگہ نہ پکڑ سکے اور وہ یورپ کی پیش کردہ زندگی کے خطرناک سراب سے بہ آسانی دھوکہ نہ کھا سکیں۔

(ماخوذ)

پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کا ملکوتی سفر

مکہ میں ظہورِ اسلام کے بعد ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے مشرکینِ مکہ کو حیرت میں ڈال دیا، لہذا انھوں نے اس واقعہ کو ماننے ہی سے انکار کر دیا، لیکن مسلمانوں اور ان لوگوں پر جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس واقعہ کا بڑا نمایاں اثر ہوا۔ یہ واقعہ معراج کہلاتا ہے۔

اسراء کے معنی حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مکّہ سے بیت المقدس تک رات کو سفر کرنا اور پھر اسی رات کو مکہ میں واپس آ جانا ہے۔ ان کی بیت المقدس سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک آسمانوں کی سیر، اللہ تعالیٰ کا ان سے بذریعہ وحی خطاب کرنا اور بیت المقدس کو واپسی کا نام معراج ہے۔ اس واقعہ اور معجزۂ کبریٰ کی کیا تفاصیل ہیں۔؟

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ جو اگرچہ اسلوب اور بیان کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن معنی اور مطلب میں متحد ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

ایک رات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کعبہ کے پاس سو رہے تھے کہ ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السّلام آئے۔ ان کا کام اللہ کی طرف سے نبیوں کے پاس وحی لانا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینے اور پیٹ کو چاک کیا۔ پھر ان کے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھو کر صاف کیا۔ اس کے بعد ان کے قلبِ مبارک کو سینے سے نکال کر سونے کے طشت میں رکھا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اس کو دھو کر چھاتی میں رکھ دیا چھاتی اور پیٹ جڑ کر اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السّلام ایک ایسا جانور لائے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا نام براق تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے دوسرے انبیاؑ اس پر سواری کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے سوار ہونا چاہا تو براق بدکا۔ جبرئیل علیہ السّلام پکار اٹھے: "براق ٹھہر جا، تو یہ حرکت کیوں کر رہا ہے، قسم بخدا! ان سے زیادہ باکرامت کوئی دوسرا شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا۔" براق یہ سن کر پانی پانی ہو گیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم براق پر سوار ہو گئے، براق کی خوش خرامی اور سُبک رفتاری کے کیا کہنے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی نرم اور گداز بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن اس کا قدم حدِ نظر تک پڑتا تھا۔ اس کی چال کی عمدگی کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اونچی جگہ پر چڑھنے کے وقت وہ اپنی ٹانگیں سکیڑ لیا کرتا اور پچھلی ٹانگیں دراز کر لیا کرتا اور نشیب میں جانے کے وقت اگلی ٹانگیں لمبی کر لیا کرتا اور پچھلی ٹانگیں سمٹا لیا کرتا تھا۔ حضرۃ جبرئیل علیہ السلام اپنے خوبصورت بازوؤں کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ ان کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا جہاں کہ مسجدِ اقصیٰ ہے۔

دونوں راستے میں تھے کہ ایک خوبصورت اور زیب و زینت سے آراستہ عورت پکاری: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا ٹھہرو تو سہی میں ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں" لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ کی اور وہ چلتے رہے۔

ناگہاں ایک اور چیز نے انہیں پکارا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی کوئی دھیان نہ دیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب الٰہی کی طرف بلائے گئے تھے اور کمال ادب یہ تھا کہ وہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہوں۔

دونوں چلتے گئے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر براق کو اسی جگہ باندھ دیا جہاں کہ دوسرے انبیاء اسے باندھتے چلے آئے تھے۔ یہ جگہ مسجد اقصیٰ میں حمزہ کے نام سے موسوم ہے اور مسلمانوں نے اس واقعہ کی یادگار میں اس جگہ پر ایک بڑا سا گنبد بنا دیا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا: "کیا آپ نے راستے میں کچھ سنا تھا؟" آپ نے فرمایا: "راستے میں میں نے ایک عورت دیکھی تھی جس کے بازو بالکل ننگے تھے اور وہ بناؤ سنگار کئے ہوئے تھی اور کہہ رہی تھی: "محمد! ذرا ٹھہریئے مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے"۔ لیکن میں نہ رکا اور نہ کوئی جواب دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "وہ دنیا تھی۔ اگر آپ اس کے پاس رک جاتے یا اس کی بات کا جواب دے دیتے تو آپ کی امت آخرت کے بجائے دنیا کو پسند کرتی اور وہ جو آپ کو راستے میں پکار رہا تھا ابلیس تھا"۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے آگے دو برتن رکھے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ اور کہا: "جونسا چاہو لے لو"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب چھوڑ کر دودھ کا برتن لے لیا اور دودھ پی لیا۔ اس وقت اسلام میں شراب کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پسند فرمایا، تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: "آپ نے فطرت کی طرف رہنمائی پائی۔ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر"۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ مطلب تھا کہ شراب شروع میں پاکیزہ اور بدن کے واسطے نفع مند ہوتی ہے پھر اس کا رنگ، مزہ اور خوشبو بدل جاتے ہیں اور جو چیز شروع میں جسم انسانی کے واسطے فائدہ مند ہوتی ہے، اپنے ترکیبی عناصر کے تبدیل ہو جانے سے صحت انسانی کے واسطے مضر بن جاتی ہے۔ اس سے عقل جاتی رہتی ہے۔ ارادہ فاسد ہو جاتا ہے، جسم کو نقصان پہنچتا ہے اور آپس میں عداوت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پی لی ہوتی تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ آپ نے پاکیزہ نفع مند چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو پسند کر لیا جس کی سرشت میں تغیر و تبدیلی اور عدم ثبات ہے اور جو دین و دنیا دونوں کے لیے ضرر رساں ہے، اس واسطے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہی گمراہی میں پڑ جاتی۔ حضرت جبرئیل ع کے کلام میں شراب کی اصلیت میں کجی، تبدیلی اور اس کے فائدے کے عدم ثبات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ پہلے نفع مند ہوتی ہے پھر اس کے رنگ، ذائقہ اور خوشبو میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ نقصان دہ بن جاتی ہے۔ لیکن دودھ کی پاکیزگی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ وہ جسم اور صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو پسند فرمایا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے اصول صالحہ اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ فطری طور طریقوں کو اپنے لیے لازمی قرار دیا۔ یہ نفع مند اور نہ بدلنے والے اصول آج بھی باقی ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کلام میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

٭ ٭ ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خوبصورت سیڑھی رکھی گئی ایسی کہ کسی نے اس سے زیادہ خوبصورت سیڑھی نہ دیکھی ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام اس سیڑھی پر چڑھ کر پہلے آسمان پر پہنچے جس کو آسمان دنیا کہا جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل نے فرشتوں کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا، آواز آئی: "کون ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "میں جبرئیل ہوں"۔